ماہِ محرم کے بارے میں نبوی تعلیم اور منگھڑت روایات ورسومات

مولانا انس ایوب
تخصص فی علوم الحدیث، جامعہ فاروقیہ، کراچی

محرم باب تفعیل سے اسم مفعول ہے۔عربی میں تحریم کے ایک معنی'' تعظیم'' یعنی عظمت کے بھی آتے ہیں۔ملت ابراہیمی میں بھی اس مہینہ کی خاص عظمت اور احترام کا حکم تھا، جاہلی دور میں ملت ابراہیمی کے جو تھوڑے بہت آثار موجود تھے، ان میں اس مہینہ کی عظمت کا اعتقاد بھی تھا، جس میں کسی بھی قسم کی قتل وغارت حرام سمجھی جاتی تھی؛ اسی وجہ سے اس کو''محرم'' کہا گیا، اور اس دکھاوے کی ٹوٹی پھوٹی عقیدت کو بچانے کے لئے''نسیء'' کا ارتکاب کرتے تھے: مہینوں کو اپنی طبعی جگہ سے بدل کر دوسری جگہ رکھ دیتے؛ تاکہ قتل وغارت کا سلسلہ بھی جاری رہے اور اپنے خیال میں''روایات سے انحراف''، بددینی اور بدتہذیبی کا شبہ بھی نہ کیا جاسکے، جیسا کہ آجکل کی نام نہاد''مہذب دنیا'' میں دکھاوے کے لئے''عالمی عدالت''،''شہری حقوق''،''انسانی حقوق''،''آزادی''،''مساوات'' وغیرہ کے نام سے کئی اصطلاحات کا رواج ہے، ان کو جب چاہا عرف کے مطابق استعمال کیا، لوگوں کو بے وقوف بنایا، اور جب اپنا قانون ہی آڑے آیا تو اس میں دوسرے نام وعنوان کا شوشہ لگا کر پیچھا چھڑا دیا! طرفہ تماشا یہ کہ قانون شکن ہو کر بھی قانون کے پاسداری میں انہی کی مثال سب سے پہلے دی جاتی ہے، ظلم کی انتہاء کر کے بھی عدالتیں لگانے میں سب سے آگے اور حقوق کے سب سے بڑے علمبردار کہلائے جاتے ہیں۔

محرم الحرام اسلامی ہجری تقویم کا پہلا مہینہ ہے، یہ ان چار مہینوں میں سے ہے جنہیں اللہ تعالی نے حرمت والے مہینے کہا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿إنّ عدۃ الشھور عند اللہ اثنا عشر شھراً فی کتاب اللہ یوم خلق السموات والارض منھا أربعۃ حرم﴾ بے شک مہینوں کی تعداد اللہ کے نزدیک لوح محفوظ میں بارہ ہے، جس روز اللہ نے آسمان اور زمین پیدا کیے، ان میں سے چار مہینے [ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم، رجب] خاص ادب کے ہیں۔

یوں تو سارے مہینے اللہ ہی کی طرف سے ہیں، موسموں کی تبدیلیاں، چاند سورج کی تبدیلیاں اور ان کی منزلیں اللہ کی حکمتوں میں سے ہیں، مگر کچھ ایام اور مہینوں کو خاص فضیلت حاصل ہے، جیسے کہ لیلۃ القدر کو بقیہ راتوں پر اور رمضان کو بقیہ مہینوں پر فضیلت ہے، اسی طرح محرم سمیت چار مہینوں کو بھی بقیہ مہینوں پر فضیلت حاصل ہے، اس میں روزہ رکھنے کو دوسرے مہینوں کی بنسبت فضیلت حاصل ہے، چنانچہ صحیح مسلم کی ایک حدیث میں آتا ہے: "أفضل الصّیام بعد رمضان شهر اللہ المحرم، وأفضل الصّلاة بعد الفر یضة صلوة اللیل"۔ رمضان کے روزوں کے بعد سب سے افضل محرم الحرام کے روزے ہیں اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل رات کی نماز (تہجد) ہے۔(۱)

اس حدیث میں محرم الحرام کے روزوں کی خاص فضیلت بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ نے محرم الحرام کو اللہ کا مہینہ فرمایا، جب محرم کی نسبت اللہ تعالی کی طرف ہوگئی تو اسکی عظمت اور بھی بڑھ گئی، اس عظمت والے مہینہ کے بارے میں نحوست، بدشگونی کا خیال کرنا بھی کتنا بڑا جرم اور کتنی بڑی زیادتی ہے۔ اس عظمت والے مہینہ میں شادی بیاہ کو، یا خوشی ومسرت کے اظہار کو برا سمجھنا درحقیقت اُس عظمت کا انکار کرنا ہے، جو اللہ تعالی نے اس مہینے کو دے رکھی ہے۔

یوم عاشوراء: محرم الحرام کی دس تاریخ کو عاشوراء کہا جاتا ہے، یہ خاص فضیلت والا دن ہے، جس کے فضائل کئی احادیث میں مذکور ہیں اور اسلام میں انہی فضائل کی وجہ سے اِس دن کی خصوصیت اور اہمیت ہے، بعض گمراہ لوگوں کے اس خیال کی وجہ سے نہیں کہ اس دن اکسٹھ ہجری میں کربلاء کے مقام پر ایک بڑا حادثہ رونما ہوا تھا، ظلم وزیادتی کی انتہا کردی گئی تھی، نبوی تعلیمات میں کسی کی موت، شہادت یا ولادت کے دن کو بطور خاص یاد کرنے اور اُس دن کوئی خاص عمل اختیار کرنے کی ترغیب نہیں دی گئی ہے؛ بلکہ موت وحیات کے قصہ کو طبعی وخلقی انداز میں لیا گیا ہے، مقتدر شخصیات کی زندگی سے سبق لینے کی ہدایات دی گئی ہیں، اس کی ولادت کی خوشی یا وفات کے حادثہ کو یاد کر کر کے بے حال ہونے کو عقیدت یا احترام کا حصہ نہیں بتایا گیا ہے، جو لوگ اِن جاہلی رسومات کو عقیدت واحترام کا حصہ قرار دیتے ہیں، عموماً ان کے اپنے سیاسی مقاصد اور فرقہ ورانہ مصلحتیں ہوتی ہیں۔

معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں یوم عاشوراء کی اہمیت اور خصوصیت سن اکسٹھ ہجری میں حادثہ کربلا پیش آنے کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ حادثہ کربلا سے تقریباً پچاس برس قبل حضرت رسول اللہ ﷺ نے عاشوراء کی اہمیت وفضیلت بیان فرما دی تھی، فضائل کی ان ثابت، غیر متکلم فیہ روایات میں حادثہ کربلاء کا ذکر نہیں، اور انہی روایات کی وجہ سے اس دن کو خصوصیت ملی۔ یہ دوسری بات ہے کہ لوگوں نے حادثہ کربلاء کے بارے میں بے شمار وایتیں بنا رکھی ہیں، اور ہنوز یہ سلسلہ برابر جاری ہے، محرم کے دنوں میں تازہ بتازہ روایتیں پیش کی جاتی ہیں، جن کا ذکر خیر سے پچھلے دور کے افسانوں میں بھی نہیں ملتا۔

یوم عاشوراء کے بارے میں مختلف روایات سے صرف دو باتوں کا ثبوت ملتا ہے، ان کے علاوہ جو باتیں مجلسیں گرم

کرنے کے لئے سنائی جاتی ہیں اور طرح طرح کی رسومات کا اہتمام کیا جاتا ہے، سب بے اصل اور قابلِ ترک ہیں۔

پہلی بات: عاشوراء کے دن روزہ رکھنے کی بہت فضیلت آئی ہے، اس دن روزہ رکھنا رسول اللہ ﷺ کی عادت شریفہ تھی اور اسی کی ترغیب آپ ﷺ نے امت کو بھی دی ہے۔ امام نسائی رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں: "عن حفصة رضي الله عنها قالت: أربع لم يكن يدعهن النبي ﷺ: صيام عاشوراء، والعشر، وثلاثة أيام من كل شهر، ور كعتين قبل الغداة"۔ حضور ﷺ نے یہ چار چیزیں کبھی نہیں چھوڑیں: (۱) عاشوراء کا روزہ (۲) عشرہ ذی الحجہ کے روزے (۳) ہر مہینے تین دن کے روزے (۴) اور فجر (کی نماز) سے پہلے دو رکعتیں (مراد فجر کی سنتیں ہیں)۔ (۲)

عاشوراء کی اہمیت اس سے بھی واضح ہوتی ہے کہ بنی اسرائیل میں حضرت موسی علیہ السلام کی اتباع میں اس دن روزہ رکھا جاتا تھا، جس کی تفصیل صحیح مسلم کی ایک روایت سے معلوم ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو یہود کو عاشوراء کا روزہ رکھتے ہوئے پایا، آپ ﷺ نے پوچھا: تم اس دن کس چیز کا روزہ رکھتے ہو؟ یہود نے کہا کہ یہ بہت عظیم دن ہے، اس دن اللہ نے موسی علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات عطا کی تھی اور فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا تھا؛ پھر موسی علیہ السلام نے شکرانے کے طور پر روزہ رکھا، اس لیے ہم بھی روزہ رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "ہم زیادہ حق دار اور قریب ہیں موسی علیہ السلام کے تم سے"۔ پس رسول اللہ ﷺ نے روزہ رکھا اور (حضرات صحابہ کو بھی) روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔ (۳)

حضرت رسول اللہ ﷺ کے عمل اور حکم فرمانے سے ہی یہ روزہ رکھنا شریعت کا حصہ بن گیا؛ مگر چونکہ یہود بھی روزہ رکھتے تھے، اللہ تعالی کی طرف سے مغضوب علیہم قرار دیے جانے والی اس قوم کی مشابہت سے بچنے کی آپ ﷺ بہت سخت تاکید و تعلیم فرماتے تھے؛ چنانچہ اس موقع پر بھی ان کی مشابہت سے بچنے کے لئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آئندہ سال ان شاء اللہ ہم نویں محرم کا بھی روزہ رکھیں گے۔ اس کو بیان کرتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "حين صام رسول الله ﷺ يوم عاشوراء وأمر بصيامه، قالوا: يا رسول الله، انه يوم تعظمه اليهود والنصارى؟ فقال رسول الله ﷺ: "فاذا كان العام المقبل ان شاء الله صمنا اليوم التاسع، قال: فلم يأت العام المقبل، حتى توفي رسول الله ﷺ". جب حضرت رسول اللہ ﷺ نے عاشوراء کے دن خود روزہ رکھا، اور حضرات صحابہ کو روزہ رکھنے کا حکم فرمایا؛ تو اس پر حضرات صحابہ کرام ـ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین ـ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اس دن کی تو یہود و نصاری بھی تعظیم کرتے ہیں؟ (شاید یہ عرض کرنا چاہ رہے ہوں کہ روزہ رکھ کر ہم نے بھی اس دن کی تعظیم کی، گویا ہم ایک عمل میں ان کی طرح کرنے لگے)، تو اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر اللہ نے چاہا تو اگلے سال ہم نویں تاریخ کو بھی روزہ رکھیں گے (اس طرح سے مشابہت کا شبہ نہیں رہے گا) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: کہ اگلا سال آنے سے پہلے ہی آپ ﷺ کا وصال ہوگیا۔

اسی وجہ سے فقہاء فرماتے ہیں: کہ صرف عاشوراء کا روزہ نہ رکھا جائے بلکہ اسکے ساتھ ۹ یا ۱۱ محرم کا روزہ بھی ملا لیا جائے؛ تاکہ یہود سے مشابہت نہ ہو۔ اس نبوی تعلیم سے یہ بات سمجھ لینا چنداں مشکل نہیں کہ ایک کارِ خیر میں بھی یہود سے مشابہت، موافقت کو حضرت رسول اللہ ﷺ نے پسند نہیں فرمایا چہ جائے کہ دوسری عادات میں ان سے مشابہت کو قبول کرلیا جائے!(۴)

صحیح مسلم کی ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قریش بھی زمانہ جاہلیت میں عاشورا کا روزہ رکھتے تھے۔ "عن عائشة رضی الله عنها قالت: کانت قریش تصوم عاشوراء فی الجاهلیة، وکان رسول الله ﷺ یصومه، فلما هاجر الی المدینة صامه وامر بصیامه، فلما فرض شهر رمضان قال: من شاء صامه، ومن شاء ترکه"۔(۵)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ جاہلی دور میں قریش کے لوگ روزہ رکھتے تھے اور حضرت رسول اللہ ﷺ بھی روزہ رکھتے تھے، جب آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تو وہاں بھی عاشوراء کا روزہ رکھا اور حضرات صحابہ کرام کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا، پھر جب ماہِ رمضان میں روزہ رکھنے کی فرضیت کا حکم آیا تو آپ ﷺ نے اختیار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: کہ جو چاہے عاشوراء کا روزہ رکھے، جو چاہے نہ رکھے۔

معلوم ہوا کہ ہجرت سے قبل بھی حضور ﷺ کی اپنی عادت شریفہ روزہ رکھنے کی تھی، ہجرت کے بعد دوسروں کو بھی تاکید فرمائی تھی۔

دوسری بات: جس کی فضیلت احادیث سے ثابت ہے، وہ عاشوراء کے دن اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنا ہے۔ اس بارے میں جو روایت کئی صحابہ سے منقول ہے، اس کے الفاظ کچھ یوں ہیں: "من وسّع علی عیاله فی یوم عاشوراء وسع الله علیه السنة کلها، وفی روایة: سائر سنة" جو شخص عاشوراء کے دن اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے میں فراخی کرے گا، اللہ تعالیٰ پورے سال اس پر (رزق کی) فراخی فرمائے گا۔

امام بیہقی نے اس روایت کو اپنی کتاب ''شعب الایمان'' میں حضرت ابوسعید خدری (رقم: ۳۷۹۴) حضرت ابو ہریرۃ (رقم: ۳۷۹۵) حضرت ابن مسعود (رقم: ۳۷۹۲) اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے روایت کیا ہے۔ (۶)، امام طبرانی اور ابوالشیخ نے بھی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے اس روایت کو نقل کیا ہے، اسی طرح ابن عبد البر نے ''الاستذکار'' میں حضرت جابرؓ سے مرفوعاً اور حضرت عمرؓ سے موقوفاً نقل کیا ہے، امام دارقطنی نے بھی یہ روایت ''الافراد'' میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم اجمعین سے موقوفاً نقل کی ہے۔ (۷)

روایت پر محدثین کا کلام: امام بیہقی ان روایات کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "هذه الاسانید وان کانت ضعیفة، فهی اذا ضم بعضها الی بعض اخذت قوة۔ والله اعلم" یعنی اگرچہ ان روایات کی سندیں ضعیف ہیں لیکن ان میں مجموعی طور پر اتنی بات ضرور پائی جاتی ہے کہ ان اسانید کو ملا لیا جائے تو قوت کی شکل بن جاتی ہے۔ واللہ

اعلم(۸)۔علامہ سخاوی نے اپنی کتاب''المقاصد الحسنہ''(۹) میں ،اور علامہ سیوطی نے''اللآلی المصنوعۃ'' میں اسی بات کو اختیار کیا ہے۔

امام ابن جوزی رحمہ اللہ تعالی نے اِس روایت کو بھی''موضوعات'' میں شمار کیا ہے،مگر دوسرے ناقدین نے ان کی موافقت نہیں کی ہے،کیوں کہ محدث امام بیہقی کی مذکورہ بالا تصریح کے مطابق اس روایت کے مجموعہ اسانید میں قوت پائی جاتی ہے،جس کی وجہ سے اس کا مرتبہ بلند ہو جاتا ہے،اور اس کے ثابت ہونے میں کوئی اشکال باقی نہیں رہتا؛ چہ جائے کہ اس کو''موضوع'' قرار دیا جائے۔

حافظ سخاوی رحمہ اللہ تعالی بھی اِس مضمون کو ثابت مانتے ہیں؛ بلکہ انہوں نے اپنے شیخ الشیخ حافظ عراقی رحمہ اللہ تعالی کے بقول حافظ ابن ناصر الدین الدمشقی سے بعض طرق کے صحیح ہونے اور خود حافظ عراقی کے نزدیک ابن جوزی کے ذکر کردہ طریق کے حسن ہونے کو بھی بیان کیا ہے،حافظ عراقی نے''الاستذکار'' میں ابن عبد البر کی حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے نقل کردہ روایت کو شرط مسلم کے مطابق قرار دیتے ہوئے اس باب کی روایات میں''اَصح'' قرار دیا ہے،علامہ عراقی نے اس روایت کو خاص اہتمام سے لیا تھا،جس کی وجہ سے اس کے طرق کو ایک جز میں بھی جمع کیا تھا،بعد میں علامہ سخاوی کے شیخ اور حافظ عراقی کے شاگرد رشید حافظ ابن حجر رحمہم اللہ تعالی نے اس پر مزید اضافہ بھی فرمایا تھا۔(۱۰)

حافظ سخاوی کی تصریح کے مطابق امام ابن جوزی نے اس مضمون کی جن روایات پر کلام کرتے ہوئے ان کو''موضوع'' تک کہ دیا تھا،اِس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے نقل کرنے والی سند میں سلیمان بن اَبی عبد اللہ ہیاور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالی سے نقل کرنے والی سند میں ہیصم بن شداخ ہے،ان دونوں راویوں کے بارے میں امام ابن جوزی رحمہ اللہ تعالی نے صرف''مجہول'' کہا ہے اور اسی بنیاد پر ان کی روایت کو''موضوعات'' میں شمار کیا ہے مگر ان دونوں راویوں کو امام ابن حبان نے اپنی کتاب''الثقات'' میں ذکر کیا ہے۔(۱۱)

کسی راوی کا مجہول ہونا ثابت ہو جائے،تب بھی اس کی روایت کو''موضوع'' قرار دینا فنی لحاظ سے تسلیم شدہ نہیں،چہ جائے کہ ثقات میں شمار ہونے والوں کی روایت کو''موضوع'' قرار دیا جائے،امام ابن حبان کی''الثقات'' میں مذکور راویوں پر ناقدانہ کلام ہوتا رہا ہے؛ تاہم سلیمان بن ابی عبد اللہ کے بارے میں امام ابن جوزی کے مذکورہ بالا حکم کے مقابلہ میں حافظ عراقی نے ابن حبان کی''الثقات'' سے ہی استدلال کیا ہے،اسی طرح ہیصم بن شداخ کے بارے میں بھی حافظ ابن حجر رحمہما اللہ تعالی نے''مجہول'' ہونے کو رد کرتے ہوئے ابن حبان کی''الثقات'' اور''الضعفاء'' سے استدلال کیا ہے۔(۱۲)

خلاصہ کلام: اس روایت کی سندیں کئی ہیں اور بعض روایات پر اگر چہ کلام ہے؛ مگر تعدّدِ طرق کی بناء پر اس مضمون کے ثابت ہونے میں قوت پیدا ہو گئی ہے،کم از کم حسن لغیرہ تک اس کا مرتبہ پہنچ جاتا ہے،اگر چہ صحیح قرار دینے کا بھی قول

موجود ہے، پھراس روایت کا مضمون بھی ترغیب وترہیب سے تعلق رکھتا ہے، جس کی وجہ سے مزید نرمی آجاتی ہے۔

معلوم ہوا کے محرم الحرام میں دو امور ایسے ہیں جو کہ احادیث سے ثابت ہیں، ایک ''صوم عاشوراء'' اور دوسرا ''اہل و عیال پر خرچ کرنا'' ان کے علاوہ دوسرے رسومات جن کا رواج ہمارے معاشرے میں بڑھتا جارہا ہیاور بہت ساری سنی سنائی باتیں جولوگ بیان کرتے ہیں، ان کی کوئی حقیقت ،کوئی اصل نہیں ہوتی ،مجالس ،تقاریر،لاوڈ اسپیکر،اخبارات ،چینلز،ویب سائٹس ،موبائل سب ان بے ہودہ رسومات، منگھڑت روایات کی ترویج میں اوران کوبیان کرنے ،سنانے اورشوق دلانے میں استعمال ہوتے ہیں،عام لوگ کارِخیر سمجھ کران رسومات اورسبیلوں پر پیسے اڑاتے ہیں،مجالس میں شرکت کرتے ہیں،خبروں کی آڑ میں افسانے سنتے ہیں،مشابہت کی کوشش کرتے ہیں،گویا یہ ''مؤمنین'' نہیں، یاان کواپنا عقیدہ ،مسلک عزیز نہیں،جس کی وجہ سے خواہی نخواہی میں یہ ''مشابہت'' مجبوری بن گئی ہے؛ مگر مؤمن سنت کا تابع ہوتاہے،اسی کا اہتمام کرتا ہے،اسی میں کامیابی اورکامرانی سمجھتاہے،کوئی اچھاکہے یابراکہے،لوگوں سے،میڈیاوالوں سے اپنے ایمان وعقیدہ کی سند نہیں لینی ہے،اچھاوہی ہے جس کی تعلیم حضرت رسول اللہ ﷺ نے دی ہے،جس کا عملی نقشہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین پیش فرماچکے ہیں، جوہم تک اہلسنت والجماعت بالخصوص اکابرعلماءدیوبند کی مضبوط سندوں کے ساتھ پہنچا ہے ،دوسروں کی دیکھادیکھی میں منگھڑت روایات سنناسنانا اورفضول رسومات اختیارکرنے کا جوسلسلہ ہے اس کی آخری کڑی ''خالص بےایمان'' بننے پر جاکرٹوٹتی ہے،یہ تاریخی حقیقت کبھی نہیں بھولنی چاہئے کہ بڑے جوکرنے لگتے ہیں،چھوٹے اس سے کہیں زیادہ آگے نکل جاتے ہیں!

منگھڑت روایات:۔جیسے کہ ایک موضوع روایت ہے:"ما من عبد يبكي يوم قتل الحسين الا كان يوم القيامة مع اولى العزم من الرسل". جوشخص بھی شہادت حسین کے دن(انکے غم میں) روئے گا، قیامت کے دن اولو العزم رسولوں کے ساتھ ہوگا۔(۱۳)

ایک اورروایت ہے: ''من صام تسعة ايام من أول المحرم بنى الله له قبة فى الهواء ميلا فى ميل لها أربعة ابواب"۔ جس نے پہلی محرم سے نودن کے روزے رکھے،اللہ اس کے لیے ہوامیں ایک خیمہ بنائیں گے،جوایک میل چوڑااورایک میل لمباہوگااوراسکے چاردروازے ہوں گے۔(۱۴)اوران جیسی بہت سی روایات،افسانوی باتیں جو محرم الحرام کے آتے ہی عام کی جاتی ہیں جن کی کوئی فنی شہادت نہیں ہوتی ،کئی طرح کی عادتیں ، رسومات کا آغاز ہوجاتاہے،جس کی سلف صالحین ،بالخصوص اہل بیتِ نبوت سے کوئی ثبوت ،دلیل نہیں ہوتی،اہل بیت سے تعلق اورمحبت کے نام پران کی سچی تعلیمات سے برسرعام روگردانی کی جاتی ہے،اہل بیت کے ''وفاداروں'' کوغداراورشناخت شدہ غداروں کو''محبان'' کہاجاتاہے،ازواج مطہرات اورحضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کوطرح طرح کے اشاروں،کنایوں سے یادکرکرکے اپنے بغض ونفاق کی آگ کوٹھنڈاکیاجاتاہے،مذہب کی آڑ میں ''سیاسی غلبہ'' کی

کوششیں کی جاتی ہیں، اس کے لئے لوگوں کی ذہن سازی کی جاتی ہے۔

ان سب باتوں سے اپنے آپ کو بچانا اور امت مسلمہ کی حفاظت کرنا ضروری ہے؛ ورنہ اہلِ بیت سے جھوٹے تعلق کے نام پر ہونے والے اس کھیل میں وطن اور اہلیان وطن کی سنی شناخت "ہضم" ہوکر رہ جائے گی، پھر لوگ نہ تین میں ہوں گے نہ تیرہ میں، اسی فکر سے رفتہ رفتہ سیکولرزم اور صوفی ازم کو بھی تقویت ملے گی، جو کفر اور شرک کے نئے نام ہیں۔

حضرت رسول اللہ ﷺ کا رشاد ہے: "من أحدث فی أمرنا هذا مالیس منه فهو رد"۔ جس نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی بات ایجاد کی جو دین میں نہ ہو، تو وہ مردود ہے۔(۱۵)

مردود باتوں سے اسلام اور مسلمانوں کو فائدہ پہنچانے کی سوچ انتہائی مضحکہ خیز ہے، نہ ہی ایسی مردود رسومات کے لئے جمع کئے گئے مجموعوں سے کفر اور اہل کفر کو کوئی خطرہ، اندیشہ لاحق ہوسکتا ہے؛ بلکہ ان کی کوششوں کا بنیادی محور ہی یہ ہے کہ ہم دین کے بارے میں صرف "نقل، مستند روایت" کے تابع نہ بنیں؛ بلکہ سمجھداری کا ثبوت دیتے ہوئے اپنی خواہش (ذاتی رائے، پارلیمانی رائے، جمہوری رائے) یا نام نہاد "عالمی برادری" یا کم از کم پڑوسی ممالک کا بھی کچھ خیال رکھیں۔

حوالہ جات اور مآخذ

(۱) صحیح مسلم، باب فضل صوم المحرم:۲ /۸۲۱، رقم:۲۰۲(۱۱۶۳) (۲) سنن النسائی، باب کیف یصوم ثلاثة أیام من کل شهر: ۲۲۰/۴، رقم :۲۴۱۶(۳) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب صوم یوم عاشوراء:۲ /۷۹۶، رقم :۱۲۸ (۴) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب ایّ یوم یصام فی عاشوراء: /۷۹۷، رقم:۳۳(۱۱۳٤)(۵) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب صوم عاشوراء: ۷۹۲/۲، رقم:۱۱۳(۱۱۲۵)(٦)شعب الایمان، باب الصیام صوم التاسع والعاشر: ۳٦٥/۳

(۷) المقاصد الحسنة فی بیان کثیر من الأحادیث المشتهرة علی الألسنة، للامام شمس الدین محمدبن عبد الرحمان السخاوی المتوفی ۹۰۲ھ، حرف المیم، ص:٤۹٤، رقم:۱۱۹۱ (۸) شعب الایمان للبیهقی، باب الصیام، صوم التاسع والعاشر:۳٦٥/۳(۹) المقاصد الحسنة، حرف المیم، ص:٤۹٤، رقم: ۱۱۹۱(۱۰) المصدر السابق، حرف المیم، ص:٤۹٤، رقم:۱۱۹۱(۱۱) أیضا(۱۲) أیضاً (۱۳) تذکرة الموضوعات للعلامة الفتنی، ص:۱۱۹(۱٤) أیضاً ص:۱۱۸(۱۵) صحیح مسلم، کتاب الاقضیة، باب نقض الاحکام، ورد محدثات الامور:۱۳٤۳/۳، رقم:۱۷(۱۷۱۸)

☆......☆......☆